# معاوضہ علی التراویح

# کی

# شرعی حیثیت

دارالافتاء، دارالعلوم/ دیوبند سے صادر شدہ ایک اہم فتویٰ

از

مفتی زین الاسلام قاسمی الہ آبادی
مفتی دارالعلوم/ دیوبند

**حسب ایما**

نمونۂ اسلاف حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

مکتبہ دارالعلوم دیوبند


نام کتاب : معاوضہ علی التراویح کی شرعی حیثیت

افادات : حضرت مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی الہ آبادی
مفتی دارالعلوم دیوبند

ترتیب وتعلیق : مفتی محمد مصعب، علی گڑھ (معاون مفتی دارالعلوم دیوبند)

کمپوزنگ : عبدالہادی قاسمی کبیرنگری، شعبۂ انٹرنیٹ دارالعلوم دیوبند

سن طباعت : رمضان ۱۴۳۴ھ

تعداد صفحات : ۴۰

قیمت :

ناشر : مکتبہ دارالعلوم دیوبند

مطبوعہ :

# پیشِ لفظ

باسمہٖ تعالیٰ

”معاوضہ علی التراویح“ سے متعلق موقع بہ موقع سوٴالات دارالافتاء میں موصول ہوتے رہتے ہیں، خصوصاً ماہ مبارک کے موقع پر مستفتیان اس سلسلے میں کثرت سے سوٴال کرتے ہیں۔ گزشتہ ایام میں چند علاقوں سے یہ خبر سننے میں آئی کہ دارالافتاء / دارالعلوم، دیوبند نے اس مسئلے میں اپنے سابقہ موقف سے رجوع کرلیا ہے، حتی کہ صوبۂ آندھرا کے شہر ”نظام آباد“ سے ایک استفتاء موصول ہوا، جس کے ساتھ ایک اشتہار بھی منسلک تھا، جس میں حد درجہ تدلیس (دھوکہ دہی) سے کام لیتے ہوئے مفتیان دارالعلوم، نیز کبارِ اساتذہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ غلط بیانی کی گئی تھی کہ انہوں نے متفقہ طور پر تراویح کی اجرت کو جائز قرار دے دیا ہے اور اشتہار کے آخر میں یہ جملہ خاص طور پر لکھا گیا تھا: ”اب اگر اس کے بعد کوئی بھی اجرت اور نذرانۂ تراویح کو حرام کہتا ہے، تو وہ شخص بددین اور فتنہ پرور ہے۔“ جس کا جواب دارالافتا سے واضح الفاظ میں دیا گیا، سوال وجواب مع استفتاء کتابچہ کے آخر میں شامل ہے، ایک دوسرے اشتہار میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی طرف اجرت تراویح کے جواز کی نسبت کی گئی جس میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی ایک مفصل تحریر کا ناقص اقتباس پیش کرکے غلط نتیجہ اخذ کیا گیا، ایسی حالت میں اشتہار مذکور کی کاپی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیج کر اس کی وضاحت حاصل کی گئی، حضرت کے ادارے دارالعلوم کراچی کے دارالافتا سے اس کی جو وضاحت موصول ہوئی ہے وہ اشتہار کے



ساتھ کتابچہ کے اخیر میں شامل ہے۔

ابھی چند ایام قبل مذکورہ بالا امور نیز اس مسئلے سے متعلق بعض غلط فہمیوں پر مشتمل ایک تفصیلی استفتاء موصول ہوا، جس کے جواب کے سلسلے میں حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ العالی (مہتمم دارالعلوم دیوبند) حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ العالی (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم/ دیوبند) اور مفتیان دارالافتاء کی یہ رائے ہوئی کہ اس استفتاء کا عام فہم ایسا جواب لکھ دیا جائے، جس میں دارالعلوم کے موقف کی صاف لفظوں میں وضاحت کے ساتھ ساتھ، اس مسئلے کے حوالے سے اس وقت جو غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں، ان کو اکابر مفتیان کرام کے فتاوی کی روشنی میں دور کردیا جائے اور دارالعلوم کی طرف سے رسالہ کی شکل میں اس کی اشاعت ہوجائے۔

یہ کام اگرچہ مختصر تھا؛ لیکن بہر حال اہم اور نازک تھا، اللہ جزائے خیر دے مولوی محمد مصعب، علی گڑھی سلمہ (معاون مفتی دارالعلوم/ دیوبند) کو جنھوں نے اس رسالے کی ترتیب، تحقیق، تخریج اور تحشیہ وغیرہ کاموں کو بہ حسنِ خوبی انجام دیا، اللہ تعالی، موصوف کو اپنی شایانِ شان اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

آخر میں بارگاہِ ایزدی میں دعا ہے کہ اس رسالے کو قبول فرماکر، ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خاک پائے درویشاں
زین الاسلام قاسمی الہ آبادی
مفتی دارالعلوم/ دیوبند

# تقدیم

## نمونۂ اسلاف حضرت مولانا
## مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم
## مہتمم دارالعلوم دیوبند

**باسمہٖ تعالیٰ**

"معاوضہ علی التراویح" کے سلسلہ میں اکابر دیوبند کا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور موجودہ دور کے مفتیانِ کرام نے صاف لفظوں میں ہمیشہ اجرت علی التراویح کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

لیکن گذشتہ دو تین سال سے بعض حضرات نے بڑے زور وشور کے ساتھ اجرت علی التراویح کو جائز قرار دینے کی مہم شروع کردی، اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند سے بھی فتویٰ حاصل کیا، دارالعلوم سے اپنے قدیم موقف کے مطابق عدم جواز کا فتویٰ دیا گیا؛ مگر مستفتی صاحبان نے گویا طے کرلیا تھا کہ معاوضہ علی التراویح کو بہرحال جائز قرار دینا ہے اس لیے انھوں نے دارالعلوم کے فتوے پر اعتماد کرنے کے بجائے اس پر نقد وجرح شروع کردی اور وہ اس عمل میں اس سطح تک اتر آئے کہ دارالعلوم کی طرف سے آخری تحریر دے کر اس باب کو بند کردیا گیا، مگر اُدھر سے کتابوں اور اشتہارات کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہا اور ستم ظریفی یہ ہوئی



کہ دارالافتاء کے مفصل تحریروں کو نظر انداز کرتے ہوئے بعض عبارات کو غلط معنی پہنا کر یہ اعلان کردیا گیا کہ دارالعلوم دیوبند نے اپنے سابق موقف سے رجوع کرلیا اور اب وہ بھی اجرت علی التراویح کے جواز کا قائل ہے۔

اسی فضا میں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء میں ایک مفصل استفتاء اس مسئلہ سے متعلق موصوف ہوا جس میں مسئلہ کی تمام امکانی شکلوں کو سامنے رکھ کر سوال کیا گیا اور جناب مولانا مفتی زین الاسلام صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند نے اپنی نگرانی میں اس کا جواب مرتب کرایا۔

مناسب معلوم ہوا کہ اس سوال نامہ اور جواب کو کتابچہ کی شکل میں شائع کردیا جائے تاکہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے سلسلہ میں جو غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے اس کا ازالہ ہوسکے اور لوگ صحیح صورت حال سے واقف ہوسکیں۔

والسلام

ابوالقاسم نعمانی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۵؍رمضان ۱۴۳۴ھ

# تصدیق وتائید

## حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم
## صدر المدرسین وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**حامدًا ومصلیًا ومسلمًا:**

''معاوضہ علی التراویح'' کے سلسلہ میں یہ مفصل ومدلل فتویٰ حرف بہ حرف صحیح ہے، اللہ تعالیٰ مرتب کو جزائے خیر عطا فرمائیں، میری ایک عبارت جو اس مسئلہ سے متعلق نہیں ہے؛ بلکہ خوشی کے مواقع سے متعلق ہے، اس کو بعض لوگوں نے زبردستی ''معاوضہ علی التراویح'' کے جواز سے متعلق کیا ہے، جو صریح تلبیس ہے، میری عبارت یہ ہے:

''خوشی کے موقع پر کمیٹی اور مصلیوں کو چاہیے کہ وہ ائمہ کی اضافی خدمت کریں، اس کا بھی امت میں معمول ہے، اگر چہ یہ چیز ضمنا اور تبعاً شمار ہوتی ہے، اس کو مستقل اضافی معاوضہ نہیں کہا جاسکتا، یہ ایک طرح کا انعام ہے''۔

یہ تحریر خوشی کے موقع کے لیے ہے، تراویح سے اس کا کچھ تعلق نہیں، عیدالفطر سے تعلق ہوسکتا ہے اور ضمناً اور تبعاً کا مطلب یہ ہے کہ یہ تنخواہ کا جز نہیں جو ائمہ کو مطالبے کا حق ہو، یہ محض انعام ہے جو دینے والوں کی مرضی پر موقوف ہے۔

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
خادم دارالعلوم دیوبند
۲۸؍شعبان ۱۴۳۴ھ



# تصدیق وتائید

## حضرت مولانا ریاست علی صاحب دامت برکاتہم
## استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**حامدًا ومصلیًا ومسلمًا:**

''معاوضہ علی التراویح'' کا عدم جواز قدیم زمانے سے متفق علیہ ہے؛ لیکن ماضی قریب میں یہ بحث از سرِ نو شروع کردی گئی ہے اور اس مسئلے میں ایک اشتہار میں از سرِنو جواز کی گنجائش دی گئی ہے، جس میں راقم الحروف کا نام بھی شائع کیا گیا ہے، جو قطعاً غلط ہے۔

اجرت علی التراویح کے عدم جواز کے شرعی حکم سے متعلق یہ مدلل اور مفصل فتویٰ بالکل صحیح اور درست ہے، جس سے امید ہے کہ شکوک وشبہات دور ہوجائیں گے اور انصاف کرنے والوں کے لیے اکابر کی روش کو سمجھنا آسان ہوجائے گا۔

ریاست علی غفرلہ
خادم تدریس دارالعلوم دیوبند
۲۸؍شعبان ۱۴۳۴ھ

۱۰۲۳/ د

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قابل صد احترام حضرات مفتیانِ دارالافتاء، دارالعلوم/ دیو بند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہ خدمتِ عالیہ میں عرض یہ ہے کہ اس وقت لوگوں میں ایک ایسا مسئلہ موضوعِ بحث بنا ہوا ہے، جو معتبر مفتیانِ عظام کے مابین متفق علیہ ہے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ ''معاوضہ علی التراویح'' جائز ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں ہمارے شہر کے بعض ائمہ کی طرف سے یہ بات کثرت سے سننے میں آرہی ہے کہ دارالعلوم/ دیو بند نے ''معاوضہ علی التراویح'' کے مسئلے میں اپنے سابقہ موقف اور فتوے سے رجوع کرلیا ہے اور حال ہی میں یہ فتویٰ جاری کیا ہے کہ ''معاوضہ علی التراویح'' جائز ہے۔

بندہ آپ حضرات کی خدمت میں چند سؤالات اِرسال کررہا ہے، یہ سؤالات بندے نے اس موضوع سے متعلق اب تک کی تقریباً اکثر تحریروں کو پڑھ کر قائم کیے ہیں، جس کے جواب کے سلسلے میں معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ جواب صاف اور واضح ہو، جس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہ ہو اور ہر ہر عبارت کے محمل کی تعیین میں کوئی اشتباہ نہ ہو؛ اس لیے کہ اس موضوع سے متعلق حال ہی میں شائع شدہ بعض تحریروں کو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ''دارالافتاء، دارالعلوم/ دیو بند'' سے صادر شدہ بعض فتوے اگرچہ صاف اور واضح تھے ،مگر اُن کی بعض عبارتوں کا بعض حضرات نے غلط مطلب سمجھ لیا مثلاً: ''معاوضہ علی التراویح'' کے سلسلے میں تبعاً جواز کی گنجائش کی عبارت سے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ امامتِ تراویح پر اجرت جائز ہے وغیرہ وغیرہ۔



اس سؤال نامے کے جواب میں ایسی عبارتیں لائی جائیں جس میں ذرا بھی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

واضح رہے کہ ماہِ مبارک قریب ہے اور ہمارے شہر کے لوگوں خصوصاً ائمہ کرام اور منتظمین مساجد کے مابین کافی تشویش ہے۔ وہ حضرات بار بار یہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا یہ بات حقیقت ہے کہ دارالعلوم نے ''معاوضہ علی التراویح'' کے سلسلے میں اپنے سابقہ موقف سے رجوع کرلیا ہے؟

اس تناظر میں ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ ہم براہِ راست اُسی ادارہ کے مفتیان سے استفسار کریں جن کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں۔

وہ سؤالات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ''معاوضہ علی التراویح'' جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) ''معاوضہ علی التراویح'' کے ناجائز ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا ناجائز ہونے کا یہ مطلب ہے کہ تراویح میں ختمِ قرآن پر اجرت جائز نہیں اور امامتِ تراویح پر اجرت جائز ہے؟ یا مطلقاً تراویح پر اجرت جائز نہیں، چاہے اجرت کو ختمِ قرآن کا مقابل قرار دیا جائے یا امامتِ تراویح کا؟

(۳) کیا امامتِ تراویح کی اجرت کے حوالے سے اثباتاً یا نفیاً اکابرِ دیو بند میں سے اب تک کسی نے تعرّض کیا ہے؟ واضح رہے کہ بعض حضرات نے یہ بات لکھی ہے کہ اب تک کسی نے امامتِ تراویح کی اجرت کو ناجائز نہیں کہا، جہاں ''معاوضہ علی التراویح'' کو ناجائز کہا گیا ہے، اس سے مراد ختمِ قرآن پر اجرت کو ناجائز قرار دینا ہے، نہ کہ امامتِ تراویح کی اجرت کو اور انھوں نے اس بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ تراویح میں اگر اجرت کو امامتِ تراویح کا مقابل قرار دیا جائے، تو اس کے جواز میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں ہے۔

(۴) بعض حضرات ؛ بلکہ بعض اکابر کے فتاویٰ میں تبعاً تراویح پر اجرت کے

جواز کی صراحت ملتی ہے اوراس کے لیے انھوں نے یہ صورت ذکر کی ہے کہ پنج وقتہ فرض نمازوں میں سے دو تین وقت کی نماز کی امامت تراویح کے ساتھ شامل کر لی جائے (دارالافتاء، دارالعلوم/ دیوبند سے حال ہی میں شائع شدہ ایک متفقہ فتوے میں بھی اس صورت کا ذِکر ہے) اس صورت کا کیا مطلب ہے؟ کیا اس کا مطلب امامتِ تراویح پر اجرت کا جائز ہونا ہے یا اجرت کا تعلق پنج وقتہ نمازوں میں سے دو تین وقت کی امامت سے ہوگا، نہ کہ امامتِ تراویح سے۔

(۵) مستقل امام کی ماہانہ تنخواہ اگر پہلے سے اس طرح طے کی جائے کہ ماہِ مبارک کی تنخواہ دیگر مہینوں کے مقابلہ میں زیادہ دی جائے گی، کیا ماہِ مبارک کی وجہ سے اس طرح کا اضافہ کرنا از روئے شرع درست ہے؟

(۶) اگر اہل محلّہ یا منتظمین مساجد پہلے سے طے کئے بغیر تراویح پڑھانے والے کو ختم قرآن کے بعد کچھ نذرانہ پیش کریں، تو شرعاً اس کا قبول کرنا کیسا ہے؟

(۷) بعض لوگ ''معاوضہ علی التراویح'' کے سلسلے میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ حافظ قرآن تراویح میں اپنا وقت دے رہا ہے، گویا وہ حبسِ وقت کی اجرت لے رہا ہے نہ کہ ختم قرآن کی کیا اس تاویل سے اجرت لینا جائز ہوجائے گا؟

آپ حضرات سے امید قوی ہے کہ مذکورہ جزئیات میں سے ہر ہر جزئیہ کا شافی ووافی جواب عنایت فرما کر ہم کو ممنون ومشکور فرمائیں گے۔

**فقط والسلام**

**المستفتی**

(مولانا) سعید مرغوب قاسمی

پتہ: محلّہ وادیٔ اسماعیل، اقراء کالونی، علیگڑھ (یوپی)

☆ ☆ ☆



باسمہ تعالیٰ

اِس وقت ''معاوضہ علی التراویح'' کے متفق علیہ مسئلے سے متعلق لوگوں کے مابین غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں، حیرت کی بات ہے کہ بعض لوگوں نے دارالافتاء دارالعلوم/ دیوبند سے صادر شدہ بعض فتوے کی عبارتوں کا غلط محمل متعین کرتے ہوئے، اس بات کی نامراد کوشش کی ہے کہ اس مسئلے میں دارالعلوم/ دیوبند نے اپنے سابقہ موقف سے رجوع کرلیا ہے، حالانکہ یہ بات حقیقت کے خلاف ہے، دارالعلوم/ دیوبند کا جو پہلے موقف تھا، وہی اب بھی ہے۔

''معاوضہ علی التراویح'' سے متعلق چندسوٴالات پر مشتمل ایک تفصیلی استفتاء دارالافتاء میں موصول ہوا، جس کا جواب دارالافتاء کی طرف سے صاف اور واضح لفظوں میں لکھ دیا گیا ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اس مسئلے کے حوالے سے جو غلط فہمیاں اس وقت پیدا کی جارہی ہیں، وہ دور ہوجائیں، خصوصاً دارالعلوم/ دیوبند کے موقف کو سمجھنے میں کسی طرح کی دشواری اور اشتباہ نہ ہو؛ اسی وجہ سے اصل فتوے میں صرف حکمِ شرعی کے لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور حوالہ جات کو اصل فتوے میں نہ لاکر حاشیے میں ذکر کردیا گیا ہے، تاکہ حکم شرعی سمجھنے میں عام مسلمانوں کے لئے سہولت ہو اور جو اہل علم حضرات دلائل سے مستفیض ہونا چاہیں وہ حاشیے میں ملاحظہ فرمالیں۔ (زین الاسلام)

۱۹۷/ د فائل بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

**الجواب وباللّٰہ التوفیق**

**حامداً ومصلیاً ومسلماً:** (۱) ''معاوضہ علی التراویح'' یعنی تراویح پر اجرت لینا ناجائز ہے۔(۱)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالی: وَلاتَشْتَرُوْا بِآيَاتِيْ ثَمَناً قَلِيْلًا (البقرة: ۴۱) قال أبو العالية: لاتأخذوا عليه أجراً (ابن كثير: ۱/۲۲۲، ط: زكريا، ديوبند)

وعن بريدةؓ قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من قرأ القرآن يتأكّل به الناس، جاء يوم القيامة ووجهه عظم، ليس عليه لحم (مشكاة المصابيح، ص: ۱۹۳، ط: ياسر نديم اينڈ كمپنى، ديوبند) وقال عليه السلام: إقرؤوا القرآن ولاتأكّلوا به ولاتستكثروا به ولاتجفوا عنه ولاتغلوا فيه (مصنف ابن أبي شيبه: رقم: ۷۸۲۵) وقال عبد الله ابن مسعودؓ: إنه سيجيء زمان يُسْأَلُ فيه بالقرآن، فاذا سألوكم فلا تعطوهم (البيهقي في شعب الايمان، رقم: ۲۶۳۱) وقال عمرؓ: اقرؤوا القرآن وسلوا اللّٰه به قبل أن يقرأه قوم يسألون الناس به ←

.........................................................................

➔ (مصنف ابن أبي شيبه : رقم : ۷۸۲۶)

وفي تنقيح الفتاوى الحامدية نقلاً عن الهداية :الأصل أنّ كل طاعة يختص به المسلم ،لايجوز الاستيجار عليها عندنالقوله عليه السلام :إقرؤ واالقرآن ولا تأكّلوا به، فالاستيجار على الطاعات مطلقاً لايصح عند أئمتنا الثلاثة، ولاشك أن التلاوة المجرّدة عن التعليم من أعظم الطاعات التي يطلب بها الثواب فلايصح الاستيجار عليها؛ لأن الاستيجار بيع المنافع وليس للتالي منفعة سوى الثواب ولا يصح بيع الثواب وقال العيني في شرح الهداية معزياً للواقعات : ويمنع القاري للدنيا والآ خذ والمعطي اثمان (تنقيح الفتاوى الحامدية:۲/۱۳۸،كتاب الإجارة ،مطلب في حكم الاستيجار على التلاوة،ط:مكتبة ميمنه،مصر،وكذا في ردالمحتار مع الدر المختار :۶/۵۶،باب الإجا رة الفاسدة ، ط:سعيدية، باكستان وكذافي مجمع الأنهر: ۳/۵۳۴،باب الإجارةالفاسدة ،ط:غفاريه، كوئٹه، باكستان وكذا في رسائل ابن عابدين : ۱/۱۶۷ـ۱۶۹ ،رسالة: شفاء العليل وبل الغليل في حكم الوصية بالختمات والتهاليل ، ط: سهيل اكيڈمي لاهور باكستان )

یہاں پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ مذکورہ عبارتوں میں قرأت مجردہ پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اور موضوعِ بحث تراویح پر اجرت لینا ہے؛ اس لئے کہ تراویح میں مقصودِ اصلی ختمِ قرآن ہی ہوتا ہے، اسی لئے ''معاوضہ علی التراویح'' کو ناجائز قرار دینے والے تقریبا سارے ہی اکابر علمانے مذکورہ عبارتوں سے استدلال کیا ہے اور حضرات صحابہ کرام بھی تراویح کی اجرت کو اسی لئے ناجائز سمجھتے تھے کہ اس میں قرأن پڑھا جاتا ہے۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ابواسحاقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مغفلؓ نے لوگوں کو تراویح پڑھائی، جب عید کا دن آیا تو ان کی خدمت میں عبداللہ بن زیاد نے ایک جوڑا اور پانچ سو درہم پیش کئے، آپ نے ان کو لوٹا دیا اور فرمایا کہ ہم قرآن کریم پڑھنے پر کوئی اجرت نہیں لیا کرتے ہیں، اسی طرح حضرت عامر بن نعمان بن مقرن کی خدمت میں مصعب ابن زبیرؓ نے تراویح میں قرأن سنانے پر دو ہزار درہم پیش کئے، آپ نے ان کو قبول نہیں فرمایا؛ بلکہ صاف جواب دے دیا کہ ہم قرآن کو دنیا کمانے کے لئے نہیں پڑھتے ہیں۔

ففي مصنف ابن ابي شيبة:عن أبي إسحاق ، عن عبد اللّه بن مغفل : أنه صلى بالناس في شهر رمضان ، فلما كان يوم الفطربعث إليه عبد اللّه بن زياد بحلّة وبخمس مائة درهم ➔



**(۲) تراویح پر اجرت لینا مطلقا ناجائز ہے، چاہے اجرت کو ختم قرآن کا مقابل قرار دیا جائے یا امامتِ تراویح کا۔(۱)**

---

➔ فردّها ،وقال : " إنا لا نأخذ على القرآن أجراً " وعن أبي إياس معاوية بن قرة ، قال : كنت نازلاً على عمرو بن النعمان بن مقرّن ،فلما حضر رمضان ، جاء ه رجل بألفي درهم من قبل مصعب بن الزبيرؓ ، فقال : إن الأمير يقرئك السلام ، ويقول : إنا لم ندع قارئاً شريفاً إلا قد وصل إليه منا معروف ، فاستعن بهذين على نفقة شهرك هذا ، فقال عمرو : اقرأ على الأمير السلام ، وقل : واللّه ما قرأنا القرآن نريد به الدنيا وردّه عليه( مصنف ابن ابی شيبة: ۲/۱۶۸ ،رقم :۷۷۳۸-۷۷۳۹،ط:مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولى:۱۴۰۹)

نیز اگر تراویح میں ختمِ قرآن مقصود نہ ہو محض سورہ تراویح پڑھائی جائے یا اجرت کو امامت تراویح کا مقابل قرار دیا جائے، تب بھی اجرت ناجائز ہی رہے گی؛ اس لیے کہ ضرورت کی بناء پر فقہائے کرام نے جن عبادتوں پر اجر لینے کو جائز قرار دیا ہے، وہ اجازت ان عبادتوں میں ہی منحصر ہے، اُن پر قیاس کرتے ہوئے کسی اور عبادت پر اجرت لینے کو جائز نہیں کہا جائے گا چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں قد اتفقت كلمتهم جميعاً على التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز ، ثم استثنوا بعده ما علمته ، فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على أن المفتى به ليس هو جواز الاستيجار على كل طاعة؛ بل على ماذكروه فقط مما فيه ضرورة ظاهرة تبيح الخروج عن أصل المذهب ( رد المحتار مع الدر الختار : ۹/۷۷ ، ط : زكريا ،ديوبند)

(۱) اگر اجرت کو ختم قرآن کا مقابل قرار دیا جائے، تب تو سابقہ دلائل کی وجہ سے عدم جواز ظاہر ہے اور اگر اجرت کو امامت تراویح کا مقابل قرار دیں، تب بھی اجرت ناجائز ہی رہے گی؛ اس لیے کہ ضرورت کی بناء پر حضرات فقہاء کرام نے جن عبادتوں پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے، وہ اجازت ان عبادتوں ہی میں منحصر ہے، ان پر قیاس کرتے ہوئے کسی اور عبادت پر اجرت کو جائز قرار دینا شرعا درست نہیں ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: قد اتفقت كلمتهم جميعا على التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز ، ثم استثنوا بعده ما علمته ، فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على أن المفتى به ليس هو جواز الاستيجار على كل طاعة؛ بل على ماذكروه فقط مما فيه ضرورة ظاهرة تبيح الخروج عن أصل المذهب ( رد المحتار مع الدر الختار : ۹/۷۷ ، ط : زكريا ،ديوبند )

**(۳) بہت سے اکابر مفتیان کے فتاوی میں امامت تراویح کی اجرت کو صراحتاً ناجائز قرار دیا گیا ہے، چنانچہ صاحبِ اعلاء السنن محدثِ کبیر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:**

"والأصل فيه ما حقّقه ابن عابدين في رسالته "شفاء العليل وبل الغليل" من حرمة الإجا رة والاستيجار على مجرد تلا وة القرآن ولا يخفى أن الحافظ الذي لايؤم في الصلوات الخمس، وإنما للتراويح ويختم فيها، يأخذ الأجر على ذالك، إنما هو يأخذ الأجر على الإمامة، فإمامة التراويح بمجردها لا يجوز أخذ الأجر عليها لعدم الضرورة التي بها أبيح الأ جرة في تعليم القرآن وإمامة المكتوبة والأذان وغيرها، فإنها فرائض أو سنن مؤكدة من شعائر الإسلام وإمامة التراويح سنة كفاية وتتأتى بقرائة سورة قصيرة من آخر القرآن ولا تتوقف على الختم۔

قال في مراقي الفلاح: وسنن ختم القرآن فيها مرةً في الشهر على الصحيح، وإن مل به القوم، قرأ بقدر مالا يؤدي إلى تنفيرهم في المختار؛ لأن تكثير القوم أفضل من تطويل القراءة وبه يفتى، وقال الزاهدي: يقرأ كما في المغرب أي بقصار المفصل بعد الفاتحة اه

قال الصدر الشهيد: الجماعة سنة على الكفاية فيها، حتى لوأقامها البعض في المسجد بجماعة وباقي أهل المحلة أقامها منفرداً في بيته، لايكون تاركاً للسنة؛ لأنه يروى عن أفرادالصحابة التخلف اه (من مراقي الفلاح: ص ٤٢٠)

بخلاف جماعة المكتوبات فإنها واجبة على العين أوسنة



مؤكدة وأيضاً فإنها من الشعائر، فتحققت الضرو رة فيها دون جماعة التراويح، فلا يجوز أخذ الأجرة على إمامتها مجردةً ولا على الختم فيها والتخلف عن مثل هذا الإمام أولى" (۱)

**اس تفصیلی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ محض تراویح کی امامت پر اجرت لینا جائز نہیں؛ اس لیے کہ جس ضرورت کی بناء پر قرآن کی تعلیم، فرائض کی امامت اور اذان وغیرہ پر اجرت لینے کی اجازت دی گئی ہے، وہ ضرورت تراویح کے باب میں متحقق ہی نہیں ہورہی ہے؛ اس لئے کہ اول الذکر چیزیں یا تو فرائض میں داخل ہیں یا سنن مؤکدہ میں، جب کہ تراویح کی امامت سنت علی الکفایہ ہے۔ آگے تراویح کی امامت کے سنت علی الکفایہ ہونے پر چند عبارتوں سے استدلال کرنے کے بعد حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ عبارت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ تراویح پر اجرت لینا ناجائز ہے نہ محض امامت کی بنیاد پر اور نہ ختم قرآن کے عوض۔**

**مذکورہ بالا خط کشیدہ عربی عبارتیں اس بارے میں بالکل صاف اور واضح ہیں کہ ختمِ قرآن سے قطع نظر محض امامتِ تراویح پر بھی اجرت لینا شرعاً ناجائز ہے؛ لہٰذا معاوضہ علی التراویح میں اگر اجرت کو ختمِ قرآن کا مقابل قرار دیا جائے، تب تو عدم جواز میں کوئی شک ہی نہیں اور اگر اجرت کو امامتِ تراویح کا مقابل قرار دیا جائے، تو اس وقت یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ جس طرح پنج وقتہ فرض نمازوں کی امامت پر اجرت کو متاخرین فقہاء احناف نے جائز قرار دیا ہے، اس پر قیاس کرتے ہوئے تراویح کی امامت پر بھی اجرت لینا جائز ہوگا، لیکن اکابر علماء کرام نے دونوں کے مابین فرق کو واضح کرتے ہوئے اس شبہے کو زائل کردیا اور صاف لفظوں میں فرمادیا کہ اس عنوان سے بھی اجرت**

(۱) امداد الاحکام: ۳/۵۵۹، کتاب الاجارۃ بحوالہ: جدید معاملات کے شرعی احکام: ۱/۲۳۱، ط: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، پاکستان، فروری ۲۰۰۷ء۔

لینا ناجائز ہی رہے گا(۱)

(۱) متقدمین احناف کے نزدیک ہر طرح کی طاعت پر اجرت لینا ناجائز تھا، لیکن فقہاء متأخرین نے (حبس وقت نہیں) بلکہ ضرورت شرعی کے پیش نظر (ملاحظہ ہو : فتاوی محمودیہ :۱۷/۹۱، کتاب الاجارۃ) چند طاعات پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا: ویفتی الیوم بصحتها (الاجارة) علی تعلیم القرآن والفقه والإمامة والأذان'' الدر مع الرد: ۵/ ۴٦، اور فقہائے احناف نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ جن چیزوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا، استثناء انہیں میں منحصر رہے گا۔ ''علی أن المفتی به لیس هو جواز الاستجار علی کل طاعة، بل علی ماذکروه فقط مما فیه ضرورة ظاهرة تبیح الخروج عن أصل المذهب الخ (الدر مع الرد، کتاب الاجارة: ۹/ ۷٦)۔

مستثنیٰ کردہ چیزوں میں لفظ ''امامت'' اگرچہ مطلق ہے؛ لیکن دارالعلوم دیوبند کے اکابر ارباب افتاء خصوصاً مفتی اعظم حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نیز دیگر مفتیان کرام کے نزدیک یہ لفظ یعنی ''امامت'' اپنے اطلاق پر نہیں ہے؛ بلکہ اس سے پنج وقتہ فرائض کی امامت مراد ہے، تراویح، نماز عیدین اور جنازے کی امامت مراد نہیں، اس لیے ان چیزوں (تراویح، عیدین اور نماز جنازہ) پر اجرت لینے کا حکم اپنی اصل یعنی عدمِ جواز ہی کا رہے گا۔ ذیل میں حضرات اکابر ارباب افتاء کے چند اقتباسات ذکر کیے جاتے ہیں، جن سے واضح طور پر مذکورہ بالا باتیں (یعنی لفظ امامت کا اپنے اطلاق پر نہ ہونا اور تراویح، عیدین اور نماز جنازہ کی امامت کا مستثنیٰ کردہ چیزوں میں شامل نہ ہونا) ثابت ہوتی ہیں۔

**اقتباس نمبر** (۱): از حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۱۵/ ۳۰۸

**سؤال**: وعظ، قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اسے صدقہ کا نام دینا، جواز کے حیلے کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ جائز قرار دینے والوں اور جواز کا عقیدہ رکھنے والوں پر فسق کا حکم لگے گا یا نہیں؟ ان کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**: وعظ پر اجرت لینے کو متأخرین حنفیہ نے جائز قرار دیا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: و زاد بعضهم الخ، اس کے علاوہ قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح کی نماز پر اجرت لینا جائز نہیں ہے اور مشہور قاعدہ ''المعروف کالمشروط'' کے اعتبار سے مذکورہ اجرت کو صدقہ کا نام دینا مفید حلت نہیں، اور اسے جائز قرار دینے والے اور حرام امور کو رائج کرنے والے، بدعتی اور گنہ گار ہیں، اقتداء کے لائق نہیں ہیں اور فسق کے نام کے زیادہ حقدار ہیں۔

**اقتباس نمبر** (۲): از حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی، فتاوی محمودیہ: ۱۷/ ٦۱، ٦۲ ادارہ صدیق ڈابھیل گجرات۔



**مذکورہ عبارتوں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ''معاوضہ علی التراویح'' کے باب میں ختم**

**سؤال**: مردے کی نماز پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

**الجواب حامدا مصلیا**: اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، لیکن متأخرین نے بضرورت بعض عبادات کو مستثنیٰ کیا ہے، ان میں امامتِ نماز پنجوقتہ بھی ہے: ویفتی الیوم بصحتها (أي الإجارة) علی تعلیم القرآن والفقه والإمامة والأذان " درمختار علی الشامی: ۵/ ۴٦، اور یہ خیرات بظاہر اجرت ہے اور امامت نماز جنازہ کو فقہاء نے مستثنیٰ نہیں کیا لہٰذا محض اس امامت پر اجرت لینا جائز نہیں۔

**اقتباس نمبر** (۳): از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فتاوی دارالعلوم: ۱۵/ ۳۱۴

**سؤال**: مسجد کا امام، اجرت تو نہیں لیتا، مگر جنازے کی نماز اور نکاح بغیر اجرت کے نہیں پڑھاتا یہ درست ہے یا نہیں؟

**الجواب**: امامت پر اجرت لینا درست ہے، لیکن خاص جنازہ کی نماز بلا اجرت لیے نہ پڑھانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ بہ موجب حکم: صلوا علی کل بر وفاجر (الحدیث)، نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس پر اجرت لینا درست نہیں ہے۔

**اقتباس نمبر** (۴): از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، فتاوی دارالعلوم: ۵/ ۳٦۵

**سؤال**: صلاۃ جنازہ با جرت خواندہ شود آیا صلاۃ جنازہ ادا شود یا نہ از مصلیان فرض کفایہ ساقط شود یا نہ؟

**الجواب**: صلاۃ جنازہ ادا شود، فرضیت ساقط شود، لیکن اخذ اجرت بر آں حرام ومعصیت است درحق آخذ وآنچہ معروف است نیز بحکم مشروط شدہ حرام خواہد شد۔

**اقتباس نمبر** (۵): از حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فتاوی دارالعلوم: ۵/ ۳۲۰

**سؤال**: ایک شخص نے عمر بھر نماز روزہ نہیں کیا، بعد مرنے کے ایک عالم نے مشکل سے پانچ روپے فدیہ کے لے کر نماز جنازہ پڑھائی، ایسا فدیہ لینا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**: اس مسلمان بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا فرض تھا، لقوله علیه الصّلاة والسّلام: صلّوا علی کل برو فاجر (الحدیث) اور معاوضہ لینا اور فدیہ لینا نماز جنازہ کا حرام ہے، یہ لینے والے کی جہالت ہے اور طمع دنیاوی نے اس کو اندھا کر دیا ہے کہ مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنے پر اجرت لیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت فرمادے۔

**اقتباس نمبر** (٦): از حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، فتاوی محمودیہ: ۱۷/ ۵۲، ۵۱

**سؤال**: بعض علاقہ میں دستور ہے کہ عید کے روز خصوصیت سے عید ہی کی نماز پڑھانے

قرآن اور امامتِ تراویح پر اجرت کے مابین فرق کر کے دونوں کا حکم الگ الگ بیان کرنا

← کے لیے ایک امام مقرر کیا جاتا ہے، بلکہ بعض ائمہ اپنی اجرت متعین کر لیتے ہیں کہ مثلاً بیس روپے دو گے تو عید کی نماز پڑھاؤں گا، اور بعض ائمہ اپنی اجرت تو مقرر نہیں کرتے مگر بعض مقتدی حسبِ وسعت امام کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کرتے ہیں، اگر مقتدی روپیہ نہیں دیتے ہیں تو امام صاحب ناراض ہو جاتے ہیں، اور یہ بھی دستور ہے کہ عید کے روز ہر شخص اپنے احباب وعزیزوں و بزرگوں کے ساتھ معانقہ ومصافحہ کرتا ہے، عید کے روز مصافحہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

**الجواب** حامداً مصلیا: اس طرح امامت پر اجرت لینا، ناجائز ہے، عید کا مصافحہ اور معانقہ جیسا کہ بعض جگہ رائج ہے، وہ بدعت اور ممنوع ہے۔

**اقتباس نمبر** (۷): از مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، کفایت المفتی: ۳/۴۱۲

**سؤال**: ایک مسلمان خود نماز پنج گانہ یا تراویح نہیں پڑھتا، لیکن بغرض حصول ثواب روپیہ دے کر کسی مسلمان سے نماز تراویح پڑھواتا ہے تو اسے ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۱) کسی مسجد میں ایک امام بہ تنخواہ قلیل یا کثیر، پنج وقتہ نماز پڑھانے کے لیے مقرر ہے اور وہ نماز تراویح بھی پڑھاتا ہے تو ایسی نماز تراویح سے امام ومقتدی کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۲) ایسا روپیہ جو امام صاحبان نماز تراویح میں خلاف شرع لیتے ہیں تو وہ رقم حلال ہے یا حرام؟

**الجواب**: روپیہ دینا جب تراویح کے معاوضہ میں جائز ہی نہیں ہے تو اس کا ثواب کیا ملے گا۔

(۱) بے شک ایسی نماز تراویح سے امام ومقتدیان کو بھی ثواب ملے گا۔ (۲) یہ رقم جو ناجائز طریق پر وہ لیں گے، ان کے لیے مکروہ تحریمی ہوگی۔

**اقتباس نمبر** (۸): فتاوی رحیمیہ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں، جس میں امامتِ تراویح کو امامتِ پنج وقتہ پر قیاس کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

**اقتباس** ”یہ اشکال نہ ہونا چاہیے کہ مسجد کا مقرر امام بھی امام ہے اور تراویح کے لیے جو حافظ مقرر کیا گیا ہے وہ بھی امام تراویح ہے، تو مقرر امام کی تنخواہ کیوں جائز اور امام تراویح کی اجرت کس بنا پر ناجائز؟ اصل مذہب یہ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا دینا جائز نہیں؛ مگر فقہاء نے بقاء دین کو ملحوظ رکھ کر تعلیم قرآن، امامت، اذان وغیرہ چند چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے اور ان پر اجرت لینے دینے کے جواز کا فتوی دیا ہے۔ تراویح مستثنیٰ چیزوں میں شامل نہیں، اس لیے اصل مذہب کی بنیاد پر تراویح پر اجرت لینا دینا، ناجائز ہی رہے گا، نیز تراویح کی ادائیگی، ختم قرآن پر موقوف نہیں الم ترکیف سے بھی پڑھی جا سکتی ہے اس لیے اس میں ضیاعِ دین بھی نہیں؛ لہٰذا تراویح کی قرأت مثل تلاوت مجردہ ہے، جس پر اجرت لینا ناجائز ہے (فتاوی رحیمیہ: ۷/۲۹۷)۔ ←



کوئی نیا شبہ نہیں ہے؛ بلکہ پہلے بھی بہت سے لوگوں کو یہ شبہ ہوا تھا، جس کو مدلّل طریقے پر ہمارے اکابر نے زائل کر دیا تھا۔

لہٰذا موجودہ وقت میں بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ جہاں بھی ”معاوضہ علی التراویح“ کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد تراویح میں ختمِ قرآن پر اجرت کو ناجائز قرار دینا ہے، نہ کہ امامتِ تراویح پر اور اب تک کسی نے بھی محض امامتِ تراویح پر اجرت کو ناجائز نہیں قرار دیا، یہ بات درست نہیں ہے؛ بلکہ ناواقفیت پر مبنی ہے۔

چونکہ ”معاوضہ علی التراویح“ کے ناجائز ہونے کی اصل وجہ، تراویح میں قرآن پاک کا پڑھا جانا ہے؛ اس لیے اکابر نے اکثر جگہ گویا عدمِ جواز کی علت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فتوی دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں سائل کو امامتِ تراویح کو بنیاد بنا کر اجرت کے جواز کا شبہ ہوا، تو اس کو اکابر نے صاف لفظوں میں یہ کہہ کر زائل کر دیا کہ اس عنوان سے بھی اجرت جائز نہ ہوگی۔

حاصل یہ ہے کہ جس امامت پر احناف کے فقہاءِ متاخرین نے اجرت کے لینے کی اجازت دی ہے، اس سے مراد محض پنج وقتہ فرض نمازوں کی امامت ہے، دیگر چیزوں مثلاً عیدین، جنازہ اور تراویح وغیرہ کی امامت اس میں داخل نہیں ہے۔(۱)

← ان اقتباسات سے یہ بات واضح طور معلوم ہوگئی کہ امامت پر اجرت کا جواز مطلق نہیں ہے؛ بلکہ وہ پنج وقتہ فرض نمازوں کی امامت کے ساتھ مختص ہے۔

(۱) یہاں پر اکابر ارباب افتاء کے فتاوی میں سے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں، جن سے خصوصی طور پر تراویح کے لیے مستقلاً اجرت لینے کا عدمِ جواز ثابت ہوتا ہے۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا فتوی، جس میں انہوں نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ تراویح مستثنیات میں شامل نہیں۔ حضرت کا جواب ملاحظہ ہو!

**اقتباس نمبر** (۱): وعظ پر اجرت لینے کو متاخرین حنفیہ نے جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: وزاد **بعضهم** الخ. اس کے علاوہ قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح کی نماز پر ←

(۴) بعض اکابر کے فتاویٰ میں یقیناً تراویح کے سلسلے میں تبعاً اجرت کے جواز

---

➔ اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور مشہور قاعدہ المعروف کالمشروط کے اعتبار سے مذکورہ اجرت کو صدقہ کا نام دینا مفید حلت نہیں ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند:۱۵/ ۳۰۸)

**نوٹ:** یہ عبارت اپنے موضوع میں بالکل واضح ہے، کسی طرح کی معقول تاویل اس عبارت میں نہیں چل سکتی، یہاں کوئی یہ بے معنی تاویل نہیں کرسکتا کہ ''تراویح'' سے مراد ''ختم قرآن'' ہے، اس کی چند وجوہات ہیں:

(۱): نہ سؤال میں کہیں ختم قرآن کا ذکر ہے اور نہ جواب میں۔ (۲) تراویح پر اجرت کا عدمِ جواز ختم قرآن کی بنا پر ہو، تو عیدین اور نماز جنازہ کی امامت پر عدمِ جواز کی کیا وجہ ہے؟ اس میں تو ختم قرآن نہیں ہوتا۔ (۳) قرآن پڑھنے پر اجرت کے عدم جواز کا ذکر تو حضرتؒ نے پہلے کرہی دیا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ایک سائل نے امامت تراویح کو نماز پنج گانہ کی امامت پر قیاس کرکے حافظ کے لیے اس (امامت تراویح) پر اجرت لینے کے جواز کی بات پوچھی، لیکن حضرت علامہ تھانویؒ نے اس کی اجازت نہ دی۔ ملاحظہ ہو!

**اقتباس نمبر** (۲): **سؤال:** ہمارے محلّہ میں کوئی حافظ قرآن نہیں اور ختم قرآن تراویح میں سننا بھی سنت ہے، ایسی حالت میں ہم کوئی دوسرے ملکی حافظ کو ''ختم قرآن فی التراویح'' کے لیے بالاجرت یا بلا اجرت رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بلا اجرت مقررہ رکھیں، تب بھی دونوں طرف سے جانتے ہیں کہ کم سے کم اتنے روپے لینا دینا ہیں، مولانا رشید احمد صاحبؒ مرحوم اپنے فتویٰ میں ناجائز کہتے ہیں، مگر ہم کو یہ خدشہ پڑ گیا کہ جس سنت کے ترک پر حاکم کو تشدد کرنا ہوتا ہے اس کے لیے کیوں مثل امامت پنج گانہ کے امام **بالأجرة سواء کان معروفا أو مشروطا** نہیں رکھ سکتے ــــــ (خط کشیدہ الفاظ قابلِ ملاحظہ ہیں)

جواب: یہ سنت کون سی ہے، تراویح یا ختم قرآن، اگر تراویح ہے تو بدونِ اجرت کے قائم ہوسکتی ہے، اگر ختم قرآن ہے تو اس پر تشدد کس نے لکھا ہے؟ (امداد الفتاوی:۳/۳۹۲)

**نوٹ:** حضرت اقدس علامہ تھانویؒ کے جواب سے دو باتیں مستفاد ہوئیں (۱) تراویح کی امامت کو نماز پنج گانہ کی امامت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ اگر دونوں یعنی پنج گانہ اور تراویح کی امامت کا حکم، اجرت لینے میں یکساں ہوتا تو پھر حضرت تھانویؒ نے حافظ کے لیے تراویح کی امامت کی اجرت کو کیوں جائز قرار نہیں دیا؟

(۲) حضرت اقدس کے الفاظ ''اگر تراویح ہے تو بدونِ اجرت قائم ہوسکتی ہے'' سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے کہ تراویح کی امامت۔ خواہ امام مکمل قرآن کریم پڑھے یا قرآن کا کچھ ➔



کی صراحت ملتی ہے؛(۱)

لیکن واضح رہے کہ جن اکابر نے تبعاً اجرت کے جواز کی گنجائش دی ہے، وہ علی الاطلاق نہیں ہے، چنانچہ حضرت فقیہ الامتؒ فرماتے ہیں: **اصل مذہب تو عدمِ جواز ہی کا**

---

➔ حصہ یا ''الم ترکیف'' سے پڑھائے ــــ پر اجرت لینے کی گنجائش نہیں۔

**اقتباس نمبر** (۳): حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ فتاوی رحیمیہ میں ایک سؤال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں: یہ اشکال نہ ہونا چاہیے کہ مسجد کا مقرر امام بھی امام ہے اور تراویح کے لیے جو حافظ مقرر کیا گیا ہے وہ بھی امام تراویح ہے، تو مقرر امام کی تنخواہ کیوں جائز اور امام تراویح کی اجرت کس بنا پر ناجائز؟ اصل مذہب یہ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا دینا جائز نہیں؛ مگر فقہاء نے بقاء دین کو ملحوظ رکھ کر تعلیم قرآن، امامت، اذان وغیرہ چند چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے اور ان پر اجرت لینے دینے کے جواز کا فتوی دیا ہے، تراویح مستثنیٰ چیزوں میں شامل نہیں؛ اس لیے اصل مذہب کی بنیاد پر تراویح پر اجرت لینا دینا، ناجائز ہی رہے گا، نیز تراویح کی ادائیگی ختم قرآن پر موقوف نہیں الم ترکیف سے بھی پڑھی جاسکتی ہے اس لیے اس میں ضیاعِ دین بھی نہیں؛ لہٰذا تراویح کی قرأت مثل تلاوت مجردہ ہے؛ جس پر اجرت لینا ناجائز ہے (فتاوی رحیمیہ:۶/ ۲۶۵)۔ ''تراویح مستثنیٰ چیزوں میں شامل نہیں'' خاص طور پر قابل غور ہے۔

(۱) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر رمضان المبارک کے مہینے کے لیے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں اس کی امامت معین (مقرر) کردی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے، کیوں کہ امامت کی اجرت (تنخواہ) کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔

(بحوالہ فتاوی رحیمیہ:۱/۳۵۰. قدیم)

حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحبؒ نے بھی اسی حیلے کی تائید فرمائی، چناں چہ حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں: اصل مذہب تو عدمِ جواز ہی ہے؛ لیکن حالتِ مذکورہ میں حیلۂ مذکور کی گنجائش ہے۔

(بحوالہ رحیمیہ:۱/۳۵۰. قدیم)

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ فتاوی رحیمیہ: ۷/ ۲۹۷ میں ایک سؤال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: مجبوراً یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ حافظ صاحب کو رمضان المبارک کے لیے نائب امام مقرر کریں، عشاء وغیرہ ایک دو نمازیں ان کے ذمہ کردیں اور ساتھ ساتھ تراویح بھی پڑھائے تو اس حیلے سے مسجد کے پیسوں سے نائب امام کی تنخواہ کے طور پر لینا دینا جائز ہوگا۔

ہے؛لیکن حالت مذکورہ میں حیلۂ مذکورہ کی گنجائش ہے، اِس میں حضرت حالتِ مذکورہ اور حیلۂ مذکورہ کی قید ساتھ ''گنجائش'' کا لفظ استعمال فرما رہے ہیں اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ فرماتے ہیں:

''مجبوراً یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ حافظ صاحب کو رمضان المبارک کے لیے نائب امام مقرر کردیا جائے ،عشاء وغیرہ ایک دو نمازیں ان کے ذمے کردیں اور ساتھ ساتھ تراویح بھی پڑھائیں ،تو اس حیلے سے مسجد کے پیسوں سے نائب امام کی تنخواہ کے طور پر لینا دینا جائز ہوگا''۔

اس میں حضرت نے ''مجبوراً'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے،معلوم ہوا کہ تراویح کے باب میں بعض اکابر نے تبعاً اجرت لینے کی جو گنجائش دی ہے، وہ مجبوری کی صورت میں ہے،ورنہ وہ بھی علی الاطلاق احتیاط کے خلاف ہے۔(۱)

---

(۱) بلکہ حضرت تھانویؒ نے آخر میں اس صورت کو بھی ناجائز قرار دیا تھا، چنانچہ حضرت ایک سؤال کے جواب میں فرماتے ہیں: یہ جواز کا فتویٰ اس وقت ہے جب امامت ہی مقصود ہو، حالانکہ یہاں مقصود ختمِ تراویح ہے اور یہ محض ایک حیلہ ہے۔ دیانات میں جوکہ معاملہ فی ما بین العبد وبین اللہ ہے، حیل مفید جوازِ واقعی کو نہیں ہوتے ،لہذا یہ ناجائز ہوگا (امداد الفتاوی:۱/ ۴۸۵، فصل فی التراویح، سؤال: ۴۱۰، ط: ادارہ تالیفات اولیا، دیوبند)

اس جواب پر حاشیہ لگاتے ہوئے حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں: قاعدہ ہے: **الأمور بمقاصدها** پس اگر کسی حافظ کو ختمِ قرآن شریف کے لیے تراویح کا امام بنایا جاوے،تو ظاہر ہے کہ اس سے مقصود امامت نہیں ہے؛ بلکہ قرآن شریف کا ختم ہے (فتاوی دار العلوم جدید: ۴/۲۷۳) لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے اس حیلے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے،فرماتے ہیں: اگر رمضان المبارک کے مہینے کے لیے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جاوے اور ایک دو نمازوں میں اس کی امامت معین کردی جاوے تو یہ صورت جواز کی ہے؛ کیونکہ امامت کی اجرت (تنخواہ) کی فقہا نے اجازت دی ہے۔(دیباچہ فتاوی رحیمیہ: ۲/۵)

لیکن ظاہر ہے کہ یہ حیلہ ہی حیلہ ہے ،مقصود واقعی ختمِ قرآن شریف ہے، امامت مقصود ہرگز نہیں ہے اور دیانات میں حیلے مفیدِ جواز نہیں ہوتے ،**فالحق ما أفتى به المجيب قدس سرّه العزيز** ۔۱۲ سعید احمد (حاشیہ امداد الفتاوی: ۱/ ۴۸۵، فصل فی التراویح، سؤال: ۴۱۰، ط: ادارہ تالیفات اولیا، دیوبند)



نیز تبعاً کی جو صورت ذکر کی گئی ہے یعنی پنج وقتہ فرض نمازوں میں سے دو تین وقت کی نمازوں کو امامتِ تراویح کے ساتھ شامل کرلینا؛ اس سے مراد یہ ہے کہ جب دو تین وقت کی فرض نمازوں کی امامت اس کے ذمے کردی جائے گی ،تو اب اس کے لیے فرض نمازوں کی امامت کے بدلے اجرت لینا جائز ہوجائے گا ،جس کی متاخرین فقہاء احناف نے اجازت دی ہے، اس صورت سے بعض لوگوں کا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ امامتِ تراویح کے بدلے اجرت جائز ہے؛ کسی بھی طرح درست نہیں؛ اس لیے کہ اگر تراویح کی امامت کے بدلے اجرت لینا جائز ہوتا ، تو اکابر مفتیان کرام رمضان المبارک میں حافظ کی خدمت کے لیے مختلف حیلے ذکر نہ فرماتے ،صاف یہ کہہ دیتے کہ حافظ چونکہ تراویح کی بیس رکعت نماز کی امامت کرتا ہے اور امامت پر اجرت لینے کو متاخرین فقہاء احناف نے جائز قرار دیا ہے،لہذا تراویح کی امامت کا معاوضہ لینا شرعاً درست ہوگا، حالانکہ اکابر میں سے کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا۔

(۵) مستقل امام کی ماہانہ تنخواہ اگر پہلے سے اس طرح طے کی جائے کہ ماہِ مبارک میں تنخواہ زیادہ دی جائے گی اور اس اضافے میں ختمِ قرآن کی کوئی شرط نہ ہو، تو یہ معاملہ شرعاً درست ہے، ایسی صورت میں وہ مستقل امام تراویح میں قرآن سنائے یا کوئی دوسرا حافظ، بہرحال مستقل امام زائد تنخواہ کا مستحق ہوگا اور اگر منتظمہ کمیٹی نے تراویح کی شرط کے ساتھ تنخواہ کے اضافے کا معاملہ طے کیا ہے،تو اس زائد معاوضہ کا لینا شرعاً جائز نہیں ہوگا۔

(۶) امامِ تراویح اور ذمہ داران مسجد کے درمیان تراویح پر اجرت ومعاوضہ سے متعلق پہلے سے کوئی معاملہ نہیں ہوا؛ لیکن اس علاقے میں تراویح میں قرآن سننے سنانے پر لین دین کا عرف ورواج ہے،تو ایسی صورت میں بھی فقہ کے مشہور معروف قاعدے ''**المعروف كالمشروط**''(۱) کے تحت امام تراویح کے لیے اجرت لینا ناجائز ہوگا

---

(۱) مجلة الأحكام العدلية : ۱/ ۲۱، ط: نور محمد کارخانہ، تجارت کتب، آرام باغ، کراچی۔

،خواہ دی جانے والی رقم کو اجرت ومعاوضہ کا نام دیا جائے یا ہدیہ ونذرانے کا۔

لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو حسبۃً للہ تراویح پڑھائی ہے اور جو کچھ ہمیں دیا گیا ہے، وہ ہدیہ اور نذرانے کے طور پر ہے؛ اُن کی اس بات کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا، چنانچہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''اور یہ تاویل کہ یہ حسبۃً للہ پڑھتے ہیں، وہ حسبۃً للہ دیتے ہیں؛ بالکل انکارِ حسیات اور تاویل العمل بمالا یرضی بہ العامل ہے۔ جو شخص ان فاعلین کے معاملے کو دیکھے گا، اس کو ہرگز شبہ نہ رہے گا کہ مقصودِ اصلی اجرت ہے اور ایسی تصریح کہ فعل کے خلاف ہو اور متعاقدین کے نزدیک غیر مقصود ہو، ہزل محض ہے، جو شرعاً بجز مستثنیاتِ معدودہ کے قابلِ اعتبار نہیں''۔(۱)

**(۷) حبس وقت کی تاویل کے ذریعے بھی تراویح کی اجرت لینا ناجائز ہے؛** اس لیے کہ جن عبادتوں پر فقہا نے اجرت کو جائز قرار دیا ہے، اُس کی اصل وجہ ضیاعِ دین کا اندیشہ ہے(۲) (اسی کو ضرورت سے تعبیر کیا گیا ہے) حبسِ وقت جواز کی وجہ

(۱) إمداد الفتاویٰ ۱/ ٤٨٠، ط : زکریا دیوبند.

(۲) قال ابن عابدین رحمه اللّه تعالیٰ :'' فقد اتفقت النقول عن أئمتنا أبي حنیفة وأبي یوسف ومحمد رحمهم اللّه تعالیٰ أن الاستیجار علی الطاعات باطلٌ ؛لکن جاء من بعدهم من المجتهدین الذین هم أهل التخریج والترجیح ، فأفتوا بصحته علی تعلیم القرآن للضرروة ، فإنه کان للمعلمین عطایا من بیت المال ، وانقطعت ، فلولم یصح الاستیجار وأخذ الأجرة ، لضاع القرآن ، وفیه ضیاع الدین ، لاحتیاج المعلمین إلی الاکتساب وأفتی من بعدهم أیضاً من أمثالهم بصحة الأذان والإمامة.......... وقد أطبقت المتون والشروح والفتاوی علی نقلهم بطلان الاستیجار علی الطاعات ، إلا فیما ذکر ، وعللوا ذلك بالضرورة ، وهی خوف ضیاع الدین ، وصرحوا بذلك التعلیل ، فکیف یصح أن یقال : إن مذهب المتأخرین صحة الاستیجار علی التلاوة المجردة مع عدم الضرورة المذکورة ؟ فإنه لو مضی الدهر ، و لم یستأجر ←



نہیں ہے؛ اس لیے کہ اگر حبسِ وقت کو اجرت کے جواز کی وجہ قرار دیا جائے گا، تو اس وقت ہر طاعت پر اجرت لینا جائز ہو جائے گا؛ کیوں کہ یہ وجہ ہر طاعت میں متحقق ہوگی اور یہ بات واضح ہے کہ مذکورہ ضرورت تراویح میں متحقق نہیں ہو رہی ہے، لہٰذا اُس پر اجرت لینا ناجائز رہے گا؛ چناں چہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''یہ توجیہ حبس کی مخصوص ہے صورت ضرورت کے ساتھ اور جہاں ضرورتِ مذکور نہ ہو وہاں یہ تاویل مقبول نہیں، ورنہ طاعت کی ایک فرد بھی نہ رہے گی، جس پر حرمتِ استیجار کا حکم کیا جاوے؛ کیونکہ یہ تاویل ہر جگہ چل سکے گی''(۱)

**فقط واللہ تعالیٰ اعلم** کتبہ الاحقر

زین الاسلام قاسمی الہ آبادی

مفتی دار العلوم دیوبند

۲۸ رشعبان ۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: محمود حسن بلند شہری غفرلہ، وقار علی غفرلہ، فخر الاسلام عفی عنہ

مفتیانِ دار الافتاء، دار العلوم دیوبند

☆☆☆

→ أحدٌ أحداً علی ذلك ، لم یحصل به ضرر ، بل الضرر صار في الاستیجار علیه؛ حیث صار القرأن مکسباً وحرفةً یتّجر بها ، وصار القاري منهم لا یقرأ شیئاً لوجه اللّه تعالیٰ خالصاً ، بل لایقرأ إلا لأجرة ، وهو الریاء المحض الذي هو إرادة العمل لغیر اللّه تعالیٰ ، فمن أین یحصل له الثواب الذي طلب المستأجر أن یهدیه لمیته .

وقد قال الإمام قاضي خان :إن أخذ الأجر في مقابلة الذکر یمنع استحقاق الثواب ، ومثله في فتح القدیر .......... فصاروا یتوصلون إلیٰ جمع الحطام الحرام بوسیلة الذکر والقرآن ، اه '' (شرح عقود رسم المفتي ، بعد الطبقة السابعة من طبقات الفهقاء ، طبقة المقلدین ، ومن ذلك مسئلة الاستیجار ، ص: ۳۷–۳۸ میر محمد کتب خانه کراچی )

(۱) إمداد الفتاویٰ ۱/ ٤٧٩، ط : زکریا دیوبند.

**حامدًا ومصلیًا ومسلمًا:**

''معاوضہ علی التراویح'' کے سلسلہ میں یہ مفصل ومدلل فتویٰ حرف بہ حرف صحیح ہے، اللہ تعالیٰ مرتب کو جزائے خیر عطا فرمائیں، میری ایک عبارت جو اس مسئلہ سے متعلق نہیں ہے؛ بلکہ خوشی کے مواقع سے متعلق ہے، اس کو بعض لوگوں نے زبردستی ''معاوضہ علی التراویح'' کے جواز سے متعلق کیا ہے، جو صریح تلبیس ہے، میری عبارت یہ ہے:

''خوشی کے موقع پر کمیٹی اور مصلیوں کو چاہیے کہ وہ ائمہ کی اضافی خدمت کریں، اس کا بھی امت میں معمول ہے، اگر چہ یہ چیز ضمنا اور تبعاً شمار ہوتی ہے، اس کو مستقل اضافی معاوضہ نہیں کہا جاسکتا، یہ ایک طرح کا انعام ہے''۔

یہ تحریر خوشی کے موقع کے لیے ہے، تراویح سے اس کا کچھ تعلق نہیں، عیدالفطر سے تعلق ہوسکتا ہے اور ضمناً اور تبعاً کا مطلب یہ ہے کہ یہ تنخواہ کا جز نہیں جو ائمہ کو مطالبے کا حق ہو، یہ محض انعام ہے جو دینے والوں کی مرضی پر موقوف ہے۔

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دارالعلوم دیوبند

۲۸/شعبان ۱۴۳۴ھ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**حامدًا ومصلیًا ومسلمًا:** ''معاوضہ علی التراویح'' کا عدم جواز قدیم زمانے سے متفق علیہ ہے؛ لیکن ماضی قریب میں یہ بحث از سرِ نو شروع کردی گئی ہے اور اس مسئلے میں ایک اشتہار میں از سرنو جواز کی گنجائش دی گئی ہے، جس میں راقم الحروف کا



نام بھی شائع کیا گیا ہے، جو قطعاً غلط ہے۔

اجرت علی التراویح کے عدم جواز کے شرعی حکم سے متعلق یہ مدلل اور مفصل فتویٰ بالکل صحیح اور درست ہے، جس سے امید ہے کہ شکوک وشبہات دور ہوجائیں گے اور انصاف کرنے والوں کے لیے اکابر کی روش کو سمجھنا آسان ہوجائے گا۔

ریاست علی غفرلہ

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۲۸/شعبان ۱۴۳۴ھ

☆☆☆

۱۷۷۰/ب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ:

تعلقہ ''بودھن''، ضلع ''نظام آباد''، صوبہ ''آندھرا پردیش'' میں ''ماہِ رمضان میں تراویح پر اجرت لینا اور دینا جائز ہے دارالعلوم دیوبند ومفتیانِ کرام کے اہم فتاویٰ'' کے عنوان سے ایک پمفلٹ تقسیم کیا گیا، جس کے تحت مختلف علماء وکتب کے حوالوں سے تراویح پر اجرت کے سلسلے میں جواز کی بات امت کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی گئی، تعجب خیز اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ آخیر میں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کی مہر لگائی گئی، نیز لفظ ''دستخط'' کے ساتھ ''مفتی حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ''، ''مولانا ریاست علی صاحب بجنوری مدظلہ'' اور ''مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ'' کا نام تحریر کیا گیا اور عوام الناس کو یہ تأثر دینے کی لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا کہ، یہ دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ہے، غضب بالائے غضب یہ کہ اخیر میں نوٹ کے تحت تراویح پر اجرت کے سلسلے میں عدم جواز کے قائلین کے ساتھ بدزبانی اور دشنام طرازی سے

کام لیتے ہوئے لکھا گیا کہ ''اب اس کے بعد کوئی بھی اجرت اور نذرانہ تراویح کو حرام کہتا ہے، تو وہ شخص بددین اور فتنہ پرور ہے'' ہمارے علم کے مطابق ''دارالعلوم دیوبند'' کی جانب سے اب تک تراویح پر اجرت کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا گیا، لہٰذا صاحبِ پمفلٹ کے نزدیک تو ''نعوذ باللہ'' دارالعلوم دیوبند کے سپوت بھی فتنہ پرور اور بددین ہوگئے'' ثم نعوذ باللہ من ذلک'' اس پمفلٹ کو ہماری اس تحریر کے ساتھ منسلک کرکے حضراتِ مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں روانہ کیا جارہا ہے اور مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس مسئلے کے سلسلے میں کہ آیا تراویح پر اجرت ونذرانہ لینا جائز ہے؟ یا نہیں؟ مفصل فتویٰ روانہ کیا جائے تاکہ امت کے سامنے صحیح مسئلہ آجائے اور دارالعلوم دیوبند ہی سے فارغ ہونے والی اس ''شرذمۂ قلیلہ''، جس کا کام اس طرح کی دھوکہ دہیوں اور مکر وفریب کے ذریعے امت کے سامنے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا کر پیش کرنا بن چکا ہے (ان لوگوں) سے امت محفوظ رہے اور مسلکِ حق پر جمی رہے، نیز اس طرح سے ایک غلط بات کی دارالعلوم دیوبند کی طرف نسبت کرنا بالخصوص جعلی طور پر اس کا مہر استعمال کرنا، ایسے علماء سوء کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور دارالعلوم دیوبند کی جانب سے ان لوگوں کے لیے فیصلہ کیا ہے؟

(۱) کیا تراویح میں ختم قرآن پر اجرت لینا اور دینا جائز ہے؟

(۲) کیا اس پمفلٹ میں لکھی ہوئی باتوں کو شرعاً قبول کرنے کی اجازت ہے؟

(۳) کیا تراویح پر اجرت کو ناجائز کہنے والا بددین اور فتنہ پرور ہے؟ ان تمام امور سے متعلق حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ سے عاجزانہ گزارش ہے کہ مفصل ومدلل جوابات عنایت فرمائیں، نہایت مہربانی ہوگی۔

فقط والسلام

محمد مجاہد خان قاسمی غفرلہ

۳؍شوال المکرّم ۱۴۳۳ھ، یوم الاثنین



[illegible] تراویح پر اجرت دینا اور لینا جائز ہے

دارالعلوم دیوبند و مفتیانِ کرام کے اہم فتاوے!

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) [illegible]

(۸) [illegible]

نوٹ: مفسر قرآن حضرت مولانا انیس احمد صاحب قاسمی [illegible] ایک تحقیقی کتاب ''معاوضہ علی الطاعت'' یا ''معاوضہ علی الخدمت'' لکھی ہے۔ اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

اب اگر اس کے بعد کوئی بھی اجرت اور نذرانہ تراویح کو حرام کہتا ہے تو وہ شخص بددین اور فتنہ پرور ہے۔

[illegible] حضرت الحاج مفتی خلیل الرحمٰن صاحب قاسمی [illegible]

M.9422874865

☎: 02462-238086

۳۷۹/تب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق!

آپ کا بھیجا ہوا سوال اور اس کے ساتھ مفتی خلیل الرحمٰن صاحب قاسمی نانڈیڑ کی طرف سے مطبوعہ پمفلٹ بھی پڑھا۔ پڑھ کر بہت ہی دلی تکلیف ہوئی، اس پمفلٹ میں جو کچھ مفتیانِ دارالعلوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ بالکل جھوٹ، فریب اور کھلی ہوئی تلبیس وتدلیس ہے اور پمفلٹ کے اخیر میں تو ایسا زبردست حکم لگایا گیا کہ ”اب اگر اس کے بعد کوئی بھی اجرت اور نذرانہ تراویح کو حرام کہتا ہے تو وہ شخص بددین اور فتنہ پرور ہے“ اس کو چوری اور پھر سینہ زوری کہتے ہیں، خود بددینی اور فتنہ پروری اور حرام کو حلال بنارہے ہیں اور پھر اپنی بات میں زور پیدا کرنے کے لیے دارالعلوم دیوبند اور مفتیانِ دارالعلوم کو لپیٹ رہے ہیں۔ لوگوں کے مزاج میں اس قدر فساد آگیا ہے کہ اپنی طرف سے غلط بات اٹھاتے ہیں، پھر اس میں زور پیدا کرنے کے لیے دارالعلوم دیوبند اور مفتیانِ دارالعلوم دیوبند کی طرف نسبت کردیتے ہیں اور قوم کو گمراہ کرتے ہیں۔

الحمدللہ دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے اب بھی ماہِ رمضان میں تراویح میں قرآن سنانے والے اور سننے والے کے لیے معاوضہ، نذرانہ لینے دینے کو ناجائز ہی لکھا جاتا ہے ”اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوا بِه“ (رواہ احمد) قرآن پاک کو طلب دنیا کی غرض سے جو لوگ پڑھتے ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ قرآن پڑھ کر کمائی کمانے والے کے حق میں سخت وعید آئی ہے۔ ”مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَأَكَّلُ بِهِ النَّاسَ



جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ“ (رواه البيهقي في شعب الإيمان) جب اس نے اشرف الاشیاء یعنی قرآن کو ذلیل چیز یعنی (دنیا) کمانے کا ذریعہ بنایا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اشرف الاعضاء یعنی اس کے چہرے کو رونق سے محروم کرے گا۔ علامہ شامی نے بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔ الآخِذ وَالْمُعْطِي آثمان (شامی)

تراویح میں قرآن سنانے والا پہلے ہی سے معاوضہ طے کرے تو اس کا ناجائز ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اگر کوئی طے کیے بغیر سنائے تو اس کے لیے معاوضہ لینا بھی ”المعروف کالمشروط“ کے تحت ناجائز ہے۔ مسجد کا مستقل امام بھی تراویح میں قرآن سنائے تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ اگر ماہِ رمضان میں رمضان کی عظمت واحترام میں یا امام کی حسن کارکردگی کی وجہ سے امام کی تنخواہ دوگنی کردی گئی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ تراویح میں امام کے لیے قرآن سنانا مشروط ومعروف نہ ہو، یعنی ختم قرآن کے ساتھ اس کو نہ جوڑا جائے نہ ہی اس کام سے لوگوں سے چندہ وصول کیا جائے۔ بعض تراویح پڑھانے والے ایک دو وقت یا پنجوقتہ نماز کی امامت کے حیلہ سے جواز نکالتے ہیں، پھر چوں کہ یہ محض قرآن سنانے پر پیسے زیادہ لینے کے لیے ایسا کرتے ہیں، اس لیے یہ بھی ناجائز صورت ہے۔ جو لوگ دنیا کمانے کے لیے تراویح میں قرآن سناتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ وہ جوتے سے اپنے چہرے کو صاف کرتے ہیں۔ استغفر اللہ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے ﴿أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ﴾ حفظ قرآن کی بدولت اللہ نے حافظ کو بڑی عزت کا مقام بخشا ہے، وہ قابل احترام وتکریم ہے، اس کی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے برابر بتائی گئی ہے۔ ”أكرموا حَمَلَةَ القرآن فإن من أكرمهم فقد أكرمني“ ایسے باعزت وباوقار کو دنیا کے چند ٹکے کے بدلہ میں قرآن بیچنے سے شرم کرنی چاہیے۔ قرآن

محترم المقام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ومفتیان دار الافتاء دار العلوم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

منسلک اشتہار دہلی سے شائع ہوا ہے جس میں دیگر اکابر کی عبارات کے ساتھ ساتھ آپ کی عبارت سے بھی اجرت علی التراویح کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس استدلال کی آپ کے نزدیک کیا حیثیت ہے، یہ درست ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں ضروری وضاحت مطلوب ہے۔

دار الافتاء، دار العلوم دیوبند

۴۷/۱۳۶۲

۱۲۲۵
۳۲/۵/۱

Gmail — Darul ifta Darul uloom <daruliftadarululoom@gmail.com>

**question from Darul Uloom Deoband**

Darul Uloom Deoband <info@darululoom-deoband.com> — 17 April 2011 08:27

Reply-To: Darul Uloom Deoband <info@darululoom-deoband.com>
To: daruliftadarululoom@gmail.com

محترم المقام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم، مفتیان دار الافتاء دار العلوم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

منسلک اشتہار دہلی سے شائع ہوا ہے جس میں دیگر اکابر کی عبارات کے ساتھ ساتھ آپ کی عبارت سے بھی اجرت علی التراویح کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس استدلال کی آپ کے نزدیک کیا حیثیت ہے؟ یہ درست ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں ضروری وضاحت مطلوب ہے۔

۴۷/۱۳۶۲

دار الافتاء، دار العلوم دیوبند



## رمضان میں اماموں کی مالی خدمت کرنا جائز ہے

مرتب: مولانا ممتاز احمد قاسمی چمپارنی صاحب معاون شعبہ نشر و اشاعت آل انڈیا حقوق ائمہ آرگنائزیشن

[illegible]

شائع کردہ: آل انڈیا حقوق ائمہ آرگنائزیشن

جامعہ عربیہ سید المدارس، D-521، گلی نمبر 1، متصل سعید پور مسجد، چوہان بانگر، جعفر آباد، سیلم پور، دہلی-53

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

دار الافتاء ۴۷/۱۳۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیا

**اولاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''اسلام اور جدید معاشی مسائل'' کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:**

''متاخرینِ حنفیہ نے ان تمام کاموں (امامت، اذان اور تعلیمِ قرآن) پر اجرت لینا جائز قرار دیا ہے۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ جائز اس لیے ہے کہ یہ اجرت جو دی جارہی ہے یہ طاعت پر نہیں دی جارہی بلکہ حبسِ وقت پر دی جارہی ہے کہ اپنا وقت محبوس کیا ہے؛ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ حنفیہ نے اس باب میں ضرورت کی وجہ سے شافعیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور ضرورت کی وجہ سے دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ یہاں شافعیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

ضرورت یہ تھی کہ اگر یہ کہہ دیں کہ کوئی اجرت نہیں ملے گی تو نہ تو نماز کے لیے کوئی امام ملے گا نہ مؤذن ملے گا، نہ کوئی پڑھانے والا ملے گا تو اس ضرورت کے تحت ایسا کردیا۔ لہٰذا جہاں یہ ضرورت ہے وہاں جواز ہے اور جہاں یہ ضرورت نہیں وہاں جواز بھی نہیں۔

**تراویح میں ختمِ قرآن کی اجرت کا مسئلہ:**

یہی وجہ ہے کہ تراویح پڑھانے کے لیے حنفیہ نے بھی جائز نہیں کہا ہے۔ تراویح میں حافظ کو اجرت نہیں دی جاسکتی، اس لیے کہ تراویح کے اندر ختمِ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں، اگر اجرت کے بغیر سنانے والا کوئی حافظ نہ مل رہا ہو تو الم ترکیف سے پڑھ کر تراویح پڑھادو۔ اس واسطہ کہ وہاں



اجرت لینا جائز نہیں۔

بعض حضرات نے یہ تاویل کی ہے کہ درحقیقت یہ اجرت بالمعنی المعروف نہیں ہے جو امام، مؤذن یا مدرس کو دی جارہی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل اسلامی طریقہ یہ تھا کہ اس پر اجارہ تو نہ ہوتا تھا لیکن بیت المال سے ان لوگوں کے لیے وظائف مقرر کیے جاتے تھے۔ جب بیت المال نہ رہا اور بیت المال سے خرچ کرنے کے وہ طریقہ نہ رہے تو بیت المال کی ذمہ داریاں عام مسلمانوں کی طرف منتقل ہوگئیں۔ اب دینے والے جو کچھ دیتے ہیں وہ بیت المال کی نیابت میں دیتے ہیں، بطورِ عقدِ اجارہ نہیں دیتے، یہ تاویل بھی کی گئی ہے۔

## صحیح تاویل:

لیکن میرے نزدیک صحیح تاویل یہی ہے کہ اس مسئلہ میں شافعیہ کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے''۔ (اسلام اور جدید معاشی مسائل:۲/۲۰۹)

مندرجہ بالا ذکر کی گئی عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت دامت برکاتہم عدمِ جواز کے ہی قائل ہیں اور منسلکہ اشتہار کے مرتب کو جو شبہ ہوا ہے وہ اس بنا پر ہوا ہے کہ انھوں نے حضرت کی مکمل عبارت ملاحظہ نہیں فرمائی اور حضرت نے جو بعض حضرات کے جواز کی تاویل بیان فرما کر اس پر رد فرمایا ہے، یہ اس کو حضرت کا موقف سمجھتے رہے اور حضرت دامت برکاتہم کی تاویل تو امام اور مؤذن سے متعلق ہے کیونکہ حضرت نے تراویح کے باب میں اپنا موقف عدمِ جواز کا نقل فرمانے کے بعد تاویل بیان فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد اجرت علی الطاعات سے امام اور مؤذن ہیں، نیز جامعہ دارالعلوم کراچی سے جو فتویٰ حضرت دامت برکاتہم (تبویب نمبر ۱۴۱/۱۹۳) کے دستخط سے جاری ہوتا ہے اس میں بھی احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق عدم جواز کا

فتویٰ ہی جاری ہوتا ہے۔

لہٰذا ایک غلط بات کی نسبت حضرت دامت برکاتہم کی طرف کرنا اور جب تک اصل بات کی تحقیق نہ ہو اس وقت تک اس کو کسی کی طرف منسوب کرنا خیانت وریزا غلطی ہے جو کہ درست نہیں ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عقیل اختر

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲۲/جمادی الثانیہ، ۱۴۳۲ھ

۲۶/مئی/۲۰۱۱ء

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ، محمد یعقوب عفا اللہ عنہ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

اولاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب "اسلام اور جدید معاشی مسائل" کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

"متاخرین حنفیہ نے ان تمام کاموں (امامت، اذان اور تعلیم قرآن) پر اجرت لینا جائز قرار دیا ہے۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ جائز اس لیے ہے کہ یہ اجرت جو دی جا رہی ہے یہ طاعت پر نہیں دی جا رہی بلکہ حبس وقت پر دی جا رہی ہے کہ اپنا وقت محبوس کیا ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ حنفیہ نے اس باب میں ضرورت کی وجہ سے شافعیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور ضرورت کی وجہ سے دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ یہاں شافعیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

ضرورت یہ تھی کہ اگر یہ کہہ دیں کہ کوئی اجرت نہیں ملے گی تو نہ تو نماز کے لیے کوئی امام ملے گا، نہ تراویح پڑھانے کے لیے کوئی امام ملے گا، نہ مؤذن ملے گا، نہ کوئی پڑھانے والا ملے گا تو اس ضرورت کے تحت ایسا کر دیا۔ لہٰذا جہاں یہ ضرورت ہے وہاں جواز ہے اور جہاں یہ ضرورت نہیں وہاں جواز بھی نہیں۔

**تراویح میں ختم قرآن کی اجرت کا مسئلہ:**

یہی وجہ ہے کہ تراویح پڑھانے کے لیے حنفیہ نے بھی جائز نہیں کہا ہے۔ تراویح میں حافظ کو اجرت نہیں دی جا سکتی، اس لیے کہ تراویح کے اندر ختم قرآن کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اگر اجرت کے بغیر سنانے والا کوئی حافظ نہ مل رہا ہو تو الم تر



کیف سے پڑھ کر تراویح پڑھا دو۔ اس واسطے کہ وہاں اجرت لینا جائز نہیں۔

بعض حضرات نے یہ تاویل کی ہے کہ در حقیقت یہ اجرت بالمعنی المعروف نہیں ہے جو امام، مؤذن یا مدرس کو دی جا رہی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل اسلامی طریقہ یہ تھا کہ اس پر اجارہ تو نہ ہوتا تھا لیکن بیت المال سے ان لوگوں کے لیے وظائف مقرر کیے جاتے تھے۔ جب بیت المال نہ رہا اور بیت المال سے خرچ کرنے کے وہ طریقہ نہ رہے تو بیت المال کی ذمہ داریاں عام مسلمانوں کی طرف منتقل ہو گئیں۔ اب دیتے جو کچھ دیتے ہیں وہ بیت المال کی نیابت میں دیتے ہیں، بطور عقد اجارہ نہیں دیتے، یہ تاویل بھی کی گئی ہے۔

**صحیح تاویل:**

لیکن ہمارے نزدیک صحیح تاویل یہی ہے کہ اس مسئلہ میں شافعیہ کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے" (اسلام اور جدید معاشی مسائل: ج/ ۲۰۹)

مندرجہ بالا ذکر کی گئی عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت دامت برکاتہم عدم جواز کے ہی قائل ہیں اور منسلکہ اشتہار کے مرتب کو جو شبہ ہوا ہے وہ اس بناء پر ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت کی مکمل عبارت ملاحظہ نہیں فرمائی اور حضرت نے جو بعض حضرات کے جواز کی تاویل بیان فرما کر اس پر رد فرمایا ہے یہ اس کو حضرت کا موقف سمجھ رہے اور حضرت دامت برکاتہم کی تاویل تو امام اور مؤذن سے متعلق ہے کیونکہ حضرت نے تراویح کے باب میں اپنا موقف عدم جواز کا نقل فرمانے کے بعد تاویل بیان فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد اجرت علی الطاعات سے امام اور مؤذن ہیں، نیز جامعہ دار العلوم کراچی سے جو فتویٰ حضرت دامت برکاتہم (تبویب نمبر ۱۹۳/۱۳) کے دستخط سے جاری ہوتا ہے اس میں بھی احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق عدم جواز کا فتویٰ ہی جاری ہوتا ہے۔

لہٰذا ایک غلط بات کی نسبت حضرت دامت برکاتہم کی طرف کرنا اور جب تک اصل بات کی تحقیق نہ ہو اس وقت تک اس کو کسی کی طرف منسوب کرنا خیانت وریزا غلطی ہے جو کہ درست نہیں ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عقیل اختر

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ

۲۶ مئی ۲۰۱۱ء

الجواب صحیح

الجواب صحیح